معاہدۂ حِلف الفضول

ڈاکٹر حافظ محمد ثانی ☆

خلیفۂ اوّل سیّدنا صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ایک موقع پر میں صحنِ کعبہ میں بیٹھا ہوا تھا کہ اتنے میں طائف کا ایک سردار اور عرب کا مشہور شاعر امیّہ بن صلت میرے پاس آیا اور یہ سوال کیا کہ بتاؤ نبی منتظر ہمارے خاندان میں پیدا ہوں گے یا تمہارے؟ حضرت ابوبکر صدیقؓ فرماتے ہیں کہ چونکہ اس سے قبل میں نے کبھی نبی منتظر کا ذکر نہیں سنا تھا لہٰذا کوئی جواب نہ دے سکا۔ جب وہ اٹھ کر چلا گیا تو میں اس کی بات پر غور کرتا ہوا صحف آسمانی، تورات وانجیل کے عالم ورقہ بن نوفل کے پاس گیا۔ میرے سوال پر انہوں نے بتایا کہ نبی منتظر وسط عرب میں پیدا ہوں گے، جن کے نسب کا مجھے علم ہے، تمہارا قبیلہ بھی ان نشانیوں پر پورا اترتا ہے، میں نے پوچھا وہ کیا تعلیم دیں گے؟ جواب ملا، ''ان کی تعلیم یہ ہوگی کہ ظلم نہ کرو، ظلم نہ سہو اور ظلم وستم نہ ہونے دو۔''

پیغمبر رحمت، محسنِ انسانیت، ہادیِ عالم، حضرت محمد ﷺ کی انسانی تاریخ کے جس دور میں ولادت اور بعثت ہوئی، وہ کفر وشرک کی ظلمت، وحشت وبربریت، بدامنی، قتل وغارت گری، طبقاتی تقسیم اور ظلم کے حوالے سے ایک خاص شہرت کا حامل تھا۔ اسلام سے قبل پوری انسانی دنیا بالعموم اور سرزمینِ عرب بالخصوص اس حوالے سے انسانی تاریخ میں ظلمت وجہالت کا ایک خاص حوالہ رکھتی ہے۔

شبلی نعمانیؒ رسول اکرم ﷺ کی بعثت سے قبل عرب معاشرے کی تصویر کشی کرتے ہوئے لکھتے ہیں

''یوں تو تمام جزیرۂ عرب ایک ملک اور متحد قوم تھا، تاہم نہ تو کبھی تاریخ نے اس کے ملکی وقومی اتحاد کا نشان دیا اور نہ سیاسی حیثیت سے کسی زمانے میں تمام عرب ایک پرچم کے نیچے جمع ہوا۔ جس طرح گھر گھر کا الگ الگ خدا تھا، اسی طرح قبیلے قبیلے کے جدا جدا رئیس تھے، جنوبی عرب میں حمیری، ازواء راقیال کی

☆ شعبہ اسلامیات، گورنمنٹ ڈگری کالج، بفرزون، کراچی

چھوٹی چھوٹی ریاستیں تھیں، شمالی عرب میں بکر، تغلب، شیبان، ازد، قضاعہ، کندہ، لخم، جذام، بنوحنیفہ، طے، اسد، ہوازن، غطفان، اوس وخزرج، ثقیف اور قریش وغیرہ کی الگ الگ ٹولیاں تھیں، جو دن رات خانہ جنگیوں میں مبتلا رہتی تھیں۔ بکر وتغلب کی چہل سالہ جنگ کا ابھی خاتمہ ہوا تھا، کندہ اور حضرموت کے قبائل کٹ کٹ کر فنا ہو چکے تھے، اوس وخزرج لڑ لڑ کر اپنے سردار کھو چکے تھے، خاص حرم اور اشہر حرم میں بنوقیس اور قریش کے درمیان حربِ فجار کا سلسلہ جاری تھا اور اس طرح تمام ملک معرکہ کارزار بنا ہوا تھا، پہاڑوں اور صحراؤں میں خودمختار جرائم پیشہ قبائل آباد تھے، ملک قتل وغارت گری، سفاکی، خوں ریزی کے خطرات میں گھرا ہوا تھا۔ تمام قبائل کبھی نہ ختم ہونے والی جنگ کی زنجیروں میں جکڑے ہوئے تھے۔ انتقام، ثار اور خوں بہا کی پیاس سینکڑوں اور ہزاروں افراد کے قتل کے بعد بھی نہیں بجھتی تھی، ملک کا ذریعۂ معاش غارت گری کے بعد فقط تجارت تھی، لیکن تجارتی قافلوں کا ایک جگہ سے دوسری جگہ تک گزرنا محال تھا، حیرہ کے عرب بادشاہ اگرچہ شمالی عربستان میں اثر اور اقتدار رکھتے تھے، تاہم ان کا تجارتی سامان بھی عکاظ کے بازاروں میں بہ مشکل پہنچ سکتا تھا، شہورِ حج عملاً عرب کے مقدس مہینے تھے، بایں ہمہ قتل وغارت گری اور خوں ریزی کے جواز کے لیے وہ کبھی بڑھا اور کبھی گھٹا دیتے تھے۔ بوعلی قالی نے کتاب الامالی میں لکھا ہے **وذلک لأنّهم کانوا یکرھون ان تتوالی علیھم ثلاثة اشھر لاتمکنھم الاّغارة فیھا، لانّ معاشھم کان من الاغارة** یہ اس لیے کہ وہ یہ نہیں پسند کرتے تھے کہ تین مہینے متصل ان پر غارت گری کے بغیر گزر جائیں۔ کیونکہ غارت گری ہی ان کا ذریعۂ معاش تھا''۔(۱)

انسانی تاریخ کے اس تاریک ترین دور میں محسن انسانیت ﷺ نے سرزمین عرب اور انسانی دنیا سے ظلم وغارت گری اور بدامنی کے خاتمے کے لیے تاریخ ساز اور انقلابی کردار ادا کیا۔

مظلوموں کی دادرسی اسوۂ نبوی ﷺ کا امتیازی پہلو:

قبل از بعثت ظلم کے خاتمے اور مظلوموں کی دادرسی کے حوالے سے آپ ﷺ کے اسوۂ حسنہ کے جو روشن پہلو تاریخ نے محفوظ کیے، وہ تاریخی اہمیت کے حامل ہیں۔

معاہدۂ حلف الفضول (۳۷ قبل ہجری/۵۸۶ء) کو اس حوالے سے خصوصی اہمیت حاصل ہے، اور یہی ہمارے مقالے کا مرکزی موضوع ہے۔ علاوہ ازیں مظلوموں کی دادرسی اور ظلم کے سدباب کے لیے آپ ﷺ کی سیرتِ طیّبہ میں قبل از بعثت اور بعد از بعثت نبوی ﷺ بے شمار واقعات ملتے ہیں۔

مولانا الطاف حسین حالی ظلم کے خاتمے، مظلوموں کی دادرسی اور عرب معاشرے میں قیامِ

امن کے حوالے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کی تاریخی اہمیت کا اظہار کرتے ہوئے کیا خوب کہتے ہیں:

ہوئے محو عالم سے آثارِ ظلمت — کہ طالع ہوا ماہِ برجِ سعادت
نہ چٹکی مگر چاندنی ایک مدّت — کہ تھا ابر میں ماہتابِ رسالت
یہ چالیسویں سال لطفِ خدا سے — کیا چاند نے کھیت غارِ حرا سے
وہ نبیوں میں رحمت لقب پانے والا — مرادیں غریبوں کی بر لانے والا
مصیبت میں غیروں کے کام آنے والا — وہ اپنے پرائے کا غم کھانے والا
فقیروں کا ملجا ضعیفوں کا ماویٰ — یتیموں کا والی غلاموں کا مولیٰ
خطا کار سے درگزر کرنے والا — بداندیش کے دل میں گھر کرنے والا
مفاسد کا زیر و زبر کرنے والا — قبائل کو شیر و شکر کرنے والا
اُتر کر حرا سے سوئے قوم آیا — اور اک نسخۂ کیمیا ساتھ لایا(۲)

مظلوموں کی دادرسی، کم زوروں، محتاجوں اور مفلوک الحال طبقے کی امداد و اعانت کے حوالے سے پیغمبر رحمت، محسن انسانیت ﷺ کی حیاتِ طیبہ اور اسوۂ حسنہ کو ایک خاص اہمیت حاصل ہے۔ آپ ﷺ غم گسار جہاں اور رحمت عالم بن کر تشریف لائے، آپ ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے: **الخلقُ عیال اللّٰہ، فاحبّ الخلق الی اللّٰہ من احسن الیٰ عیالہ** (۳) پوری مخلوق اللہ کا کنبہ ہے، اللہ کے نزدیک مخلوق میں پسندیدہ ترین وہ ہے جو اس کے کنبے کے ساتھ بھلائی کرتا ہے۔

آپ ﷺ کے اسوۂ حسنہ میں ایک اہم اور نمایاں ترین وصف انسان دوستی، فلاحِ انسانیت اور معاشرے کے لاچار، بے بس و بے کس اور مظلوم افراد کی اعانت اور دادرسی بھی ہے، چنانچہ رازدارِ نبوت، زوجۂ رسول ﷺ، سیّدہ خدیجۃ الکبریٰؓ نے بعثت نبوی کے اس اہم اور تاریخی موڑ پر جب آپ ﷺ پر پہلی وحی نازل ہوئی، آپ کی تائید اور حوصلہ افزائی کے طور پر جو تاریخی کلمات کہے، وہ آپ کی شخصی عظمت، انسان دوستی، فلاحِ انسانیت اور مظلوموں کی دادرسی کے حوالے سے آپ ﷺ کی صفتِ رحمۃ للعالمینی کا منہ بولتا ثبوت ہیں، آپؓ نے رسول اللہ ﷺ کو تسلی دیتے ہوئے کہا:

> ہرگز نہیں، بخدا اللہ آپ ﷺ کو کبھی بھی رسوا نہیں کرے گا، کیوں کہ آپ ﷺ صلۂ رحمی کرتے ہیں، بے آسرا لوگوں کا بوجھ اٹھاتے ہیں، فقیر لوگوں کو کما کر دیتے ہیں، مہمان نوازی کرتے ہیں اور حق کی وجہ سے پہنچنے والے مصائب میں

اہلِ حق کی اعانت کرتے ہیں۔(۴)

آپ ﷺ کے چچا ابو طالب جنہوں نے بچپن سے جوانی تک آپ کی سیرت و کردار اور حیاتِ طیبہ کے ہر دور کا مشاہدہ کیا، وہ آپ ﷺ کے بارے میں کیا خوب کہتے ہیں:

وابیض یستقی الغمام بوجهه ثمال الیتامیٰ عصمة للارامل(۵)

مظلوموں کی دادرسی اور بے بسوں اور بے کسوں کی اعانت کے حوالے سے بعثت نبوی سے قبل معاہدۂ حلف الفضول میں بحیثیت ایک اہم اور بنیادی رکن کے رسالت مآب ﷺ کی شرکت تاریخی اہمیت کی حامل ہے۔ اور اس کے مستند تاریخی ریکارڈ سے تین باتیں ثابت ہوتی ہیں:

۱۔ ایک یہ کہ آپ ﷺ کا دل عنفوانِ شباب میں بھی غم انسانیت سے معمور تھا اور آپ ﷺ مظلوم انسانوں کی مدد اور ان کے حقوق کے تحفظ کی خاطر ہر قسم کی قربانی دینے اور ہر قسم کے امتحان سے گزرنے کے لیے تیار رہتے تھے، نیز ان میں اپنی زندگی کی غایت مضمر دیکھتے تھے۔

۲۔ دوسرے یہ کہ آپ ﷺ کے دل میں ظلم کا استیصال کرنے اور مظلوم انسانیت کو ظالموں اور استحصالی قوتوں کے پنجۂ استبداد سے رہائی دلانے کی تڑپ تھی۔

۳۔ تیسرے یہ کہ آپ ﷺ معاشی مساوات پر یقین رکھتے تھے۔(۶)

اس کی تاریخی اہمیت اور دیگر تفصیلات کے بیان سے قبل مظلوموں کی دادرسی کے حوالے سے آپ ﷺ کے اسوۂ حسنہ کے چند واقعات کا ذکر موضوع کی اہمیت کو اجاگر کرنے میں مدد دے گا۔ ذیل میں ان میں سے چند واقعات کے ذکر پر اکتفا کیا جاتا ہے۔

عبداللہ بن ابی سفیان ثقفیؒ کا بیان ہے کہ قبیلہ اراش کا ایک شخص اپنا اونٹ فروخت کرنے کے لیے مکہ مکرمہ آیا۔ ابوجہل نے وہ اونٹ اس سے خرید لیا، مگر قیمت ادا کرنے میں لیت ولعل کرنے لگا۔ وہ اجنبی قریش کی ایک جماعت کے پاس پہنچا۔ حضور اکرم ﷺ اس وقت مسجدِ حرام کے ایک کونے میں بیٹھے ہوئے تھے۔ اراشی نے قریشیوں سے کہا کہ کون شخص ابوالحکم بن ہشام (ابوجہل) کے مقابلے میں میری دادرسی کرے گا اور اس سے میرا حق وصول کر کے دے گا؟ میں ایک غریب اور مسافر ہوں اور وہ میرا حق غصب کر کے بیٹھا ہے۔ اہلِ مجلس نے حضور اکرم ﷺ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا اس شخص کو دیکھ رہے ہو؟ وہ یہ بات ازراہِ مذاق کر رہے تھے کیوں کہ وہ لوگ حضور اکرم ﷺ اور ابوجہل کے درمیان عداوت و اختلاف کو اچھی طرح جانتے تھے۔ کہنے لگے ان کے پاس جاؤ، وہ ابوجہل کے مقابلے میں تمہاری

مدد کریں گے۔ وہ حضور اکرم ﷺ کے پاس آیا اور سارا ماجرا بیان کیا، ساتھ ہی یہ بھی بتایا کہ میں نے ان لوگوں سے اپنا حق وصول کر دینے کی درخواست کی تھی، مگر انہوں نے آپ ﷺ کی طرف بھیج دیا ہے۔ لہٰذا آپ اس سے میرا حق وصول کرا دیں۔ اللہ آپ پر رحم فرمائے، مہربانی کر کے ابوجہل کے پاس چلئے۔ حضور اکرم ﷺ اٹھ کر اس کے ہمراہ چل پڑے، قریش مکہ بھی دیکھ رہے تھے، انہوں نے ایک شخص کو جاسوس بنا کر پیچھے پیچھے بھیجا کہ دیکھو ابوجہل کیا کرتا ہے۔ راوی کا بیان ہے کہ حضور اکرم ﷺ ابوجہل کے مکان پر پہنچے، دروازے پر دستک دی۔ ابوجہل نے اندر سے پوچھا کون؟ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: میں محمد ہوں، باہر نکلو ابوجہل باہر آیا تو اس کے چہرے کا رنگ اڑا ہوا اور اس پر خوف طاری تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اس مظلوم کا حق ادا کرو۔ وہ کہنے لگا: ضرور، ذرا ٹھہریے، میں اس کی رقم اندر سے لے آتا ہوں۔

راوی کا بیان ہے کہ ابوجہل اندر گیا، اور اسی وقت اراشی کی قیمت لے کر باہر آ گیا اور اس کے حوالے کر دی۔ حضور اکرم ﷺ واپس تشریف لائے اور اراشی سے کہا جاؤ اپنی راہ لو۔ اراشی نے آ کر جماعت قریش کو سارا واقعہ سنایا اور دعا دی کہ اللہ اس شخص کو جزائے خیر عطا فرمائے، جس نے میرا حق مجھے دلوایا۔ اتنے میں ان کا جاسوس بھی پہنچ گیا۔ انہوں نے اس سے پوچھا، بتاؤ، کیا صورت حال پیش آئی، اس نے کہا، میں نے عجیب بات دیکھی ہے۔ محمد ﷺ نے جب ابوجہل کے دروازے پر دستک دی اور وہ باہر نمودار ہوا تو اس کے چہرے کا رنگ فق ہو گیا، اور فوراً آپ ﷺ کے حکم کی تعمیل کی۔ تھوڑی دیر بعد ابوجہل بھی آ گیا۔ وہ لوگ کہنے لگے۔ تیرے لیے ہلاکت ہو، تجھے کیا ہو گیا؟ اس قسم کی بات ہم نے کبھی نہیں دیکھی تھی۔ اس نے جواب دیا: واللہ، جب محمد ﷺ نے میرا دروازہ کھٹکھٹایا اور میں نے ان کی آواز سنی، تو میرے اوپر ایک رعب طاری ہو گیا اور میں مظلوم کی رقم ادا کرنے پر مجبور ہو گیا۔ (۷)

اسی قسم کا ایک واقعہ علی بن برہان الدین الحلبیؒ نے نقل کیا ہے کہ ایک مرتبہ حضور اکرم ﷺ مسجد میں تشریف فرما تھے، چند صحابۂ کرامؓ بھی پاس بیٹھے تھے کہ اسی اثنا میں قبیلہ زبید کا ایک شخص قریش کے سرداروں کے سامنے باری باری گھومنے لگا۔ وہ کہہ رہا تھا، اے قریش کیسے کوئی شخص باہر سے تمہارے پاس آئے گا اور کس طرح کوئی تاجر اپنا سامان تجارت تمہارے شہر میں لائے گا، جب کہ تم حرم شریف میں بھی داخل ہونے والے پر ظلم کرنے سے باز نہیں آتے؟ وہ سب کے سامنے یہ بات کہتا کہتا بالآخر حضور اکرم ﷺ کے پاس پہنچا۔ آپ نے اس سے پوچھا کس نے تمہارے اوپر ظلم کیا ہے؟ اس نے بتایا کہ وہ عمدہ قسم کے اپنے تین اونٹ فروخت کرنے کے لیے لایا تھا، ابوجہل نے ان کی اصل قیمت کی بجائے صرف تہائی

حصہ قیمت پر مجھ سے سودا کیا ہے۔ ایک تو میرے سودے کی قیمت گھٹائی ہے، دوسرے اب قیمت بھی نہیں ادا کرتا اور نہ ہی ادائیگی کے لیے کوئی مدت مقرر کرتا ہے۔ حضور اکرم ﷺ نے پوچھا، تمہارے اونٹ کہاں ہیں؟ اس نے عرض کیا، قریب ہی اس ٹیلے پر ہیں۔ حضور اکرم ﷺ اٹھے، صحابہؓ بھی ساتھ چلے۔ سب نے اونٹوں کو دیکھا تو واقعی اونٹ قیمتی تھے۔ آپ ﷺ نے اس شخص سے اس قیمت پر اونٹوں کا سودا فرمایا جس پر وہ خود راضی تھا۔ حضور اکرم ﷺ نے وہ اونٹ پکڑے اور پھر انہیں وہیں مناسب داموں پر فروخت بھی کر دیا اور ایک اونٹ کی قیمت بنی عبدالمطلب کے مسکینوں اور بیوہ عورتوں میں تقسیم بھی کر دی۔ ابوجہل یہ سب کچھ دیکھ رہا تھا، مگر اسے کوئی بات کرنے کی جرأت نہ ہوئی۔ حضور اکرم ﷺ ابوجہل کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا، اے عمرو! آئندہ ایسی حرکت کرنے سے اجتناب کرو، ورنہ اس کا انجام تمہارے حق میں ٹھیک نہ ہوگا۔ وہ کہنے لگا بہت اچھا، اے محمد (ﷺ) آئندہ ایسا نہیں کروں گا۔ آئندہ ایسا نہیں کروں گا۔

حضور اکرم ﷺ جب واپس تشریف لے گئے تو امیّہ بن خلف اور اس کے ساتھی ابوجہل سے کہنے لگے تو محمد (ﷺ) کے سامنے ذلیل ہوا۔ لگتا ہے تو ان کی اتباع کا ارادہ رکھتا ہے یا ان کا رعب تجھ پر طاری ہوگیا ہے۔ اس نے کہا میں ان کی اتّباع تو جیتے جی نہیں کروں گا۔ رہا ان کے سامنے سہم جانے کا معاملہ تو اس کی اصل وجہ یہ تھی کہ میں نے ان کے دائیں بائیں کچھ ایسے لوگوں کو دیکھا جن کے ہاتھوں میں نیزے تھے اور وہ میری طرف سیدھے کیے ہوئے تھے۔ اگر میں ان کی مخالفت کرتا تو یقیناً وہ مجھے زندہ نہ چھوڑتے۔ (۸)

مخدوم الملک شرف الدین یحییٰ منیریؒ ہندوستان کے معروف صوفیا میں سے ہیں۔ انہوں نے ایک شخص کی فریاد رسی کی درخواست پر سلطان فیروز شاہ تغلق کو مظلوموں کی امداد پر ابھارتے ہوئے ایک مکتوب لکھا۔ اس مکتوب میں انہوں نے حضور اکرم ﷺ کی مظلوموں کی حد درجہ حمایت و نصرت کا ایک بڑا عجیب واقعہ لکھا ہے، وہ لکھتے ہیں کہ حضرت بلالؓ سے روایت ہے کہ میں حضرت رسالتِ مآب ﷺ کے ساتھ حضرت ابوبکر صدیقؓ کے گھر میں بیٹھا تھا کہ ایک شخص آیا، پیغمبر علیہ السّلام نے مجھ سے فرمایا باہر جا کر دیکھو، جب میں باہر آیا تو ایک نصرانی کو کھڑا دیکھا۔ اس نے پوچھا محمد (ﷺ) یہاں ہیں؟ میں نے کہا ہاں، یہ سن کر وہ گھر کے اندر آیا، اور کہا، یا محمد تم کہتے ہو کہ میں خدا کا رسول ہوں، اور خدا کا بھیجا ہوا ہوں، مجھ کو اور لوگوں کو دینِ اسلام کی دعوت دیتے ہو، اگر تم رسول برحق ہو تو اس کو دیکھو کہ قوی ضعیف پر ظلم نہ کرے۔

پیغمبر علیہ السّلام ﷺ نے فرمایا، تم پر کس نے ظلم کیا ہے؟ اس نے کہا ابوجہل نے میرا مال لے لیا ہے، یہ وقت آپ ﷺ کے آرام کا تھا، بڑی گرمی پڑ رہی تھی، لیکن آپ اسی وقت روانہ ہوئے، تاکہ مظلوم کی

مدد فرمائیں۔ مَیں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! قیلولہ کا وقت ہے، گرمی پڑ رہی ہے، ابوجہل بھی قیلولہ کر رہا ہوگا، وہ برہم ہوگا، لیکن آپ ﷺ نہ رکے اور اسی طرح خشمگیں ابوجہل کے دروازے پر پہنچ کر اسے کھٹکھٹایا۔ ابوجہل کو غصہ آیا، اس نے اپنے بتوں لات وعزیٰ کی قسم کھا کر کہا کہ جس نے دروازہ کھٹکھٹایا ہے، اس کو جا کر مار ڈالوں گا، باہر آیا تو دیکھا کہ حضرت رسالت مآب ﷺ کھڑے ہیں، بولا، کیسے آئے کسی آدمی کو کیوں نہ بھیجا؟ پیغمبر علیہ السلام نے غصہ میں فرمایا، اس نصرانی کا مال تم نے کیوں لے لیا ہے، اس کا مال واپس کرو۔ ابوجہل نے کہا، اگر اسی کے لیے آئے ہو تو کسی آدمی کو کیوں نہ بھیج دیا، میں مال واپس کر دیتا۔ پیغمبر علیہ السلام نے فرمایا، اس کا مال واپس کرو، ابوجہل اس کا تمام مال باہر لایا اور اس کے حوالے کر دیا۔ نصرانی سے پیغمبر علیہ السلام نے فرمایا، اب تو تمہارا مال تمہارے پاس پہنچ گیا، اس نے کہا لیکن ایک اونی تھیلا رہ گیا ہے۔ پیغمبر اکرم ﷺ نے فرمایا: تھیلا بھی دو، ابوجہل نے کہا اے محمد! تم واپس جاؤ میں اس کو پہنچا دوں گا۔ حضرت رسالت مآب ﷺ نے فرمایا، میں اس وقت تک واپس نہ جاؤں گا، جب تک کہ تم تھیلا بھی واپس نہ کر دو گے، ابوجہل گھر کے اندر گیا، اسے وہ تھیلا نہ ملا، لیکن اس سے بہتر تھیلا لایا اور بولا وہ تو مجھ کو نہیں ملا مگر اس سے بہتر لایا ہوں، اور اسی کو اس کے بدلے میں دیتا ہوں۔ پیغمبر علیہ السلام نے فرمایا: اے نصرانی، یہ تھیلا بہتر ہے یا وہ بہتر تھا۔ اس نے کہا، اے محمد یہ بہتر ہے۔ پیغمبر علیہ السلام نے فرمایا اگر تم کہتے کہ وہ بہتر تھا، تو میں اس وقت تک واپس نہ جاتا، جب تک میں قیمت لے کر تمہارے حوالے نہ کر دیتا۔(۹)

حلف الفضول، مظلوموں کی امداد کا تاریخی منشور:

معاہدۂ حلف الفضول (۱۰) ذوالقعدہ ۳۷ قبل ہجری/ ۵۸۶ء سرزمین عرب بالخصوص مکے کی ریاست میں عرب تاریخ میں پہلی مرتبہ قیامِ امن، بنیادی انسانی حقوق، بطورِ خاص مظلوموں اور بے کسوں کی دادرسی کا پہلا تاریخ ساز معاہدہ ہے۔ جس میں شریک ہونے والے رضا کار متحدہ طور سے اپنے شہر (مکے) میں ظالموں کا ہاتھ روکتے اور مظلوموں کو ان کا حق دلاتے۔(۱۱)

اسباب ومحرکات:

بیشتر مورخین اور سیرت نگار ''حلف الفضول'' کا محرک عہدِ جاہلیت کے ایک مخصوص واقعہ کو قرار دیتے ہیں، وہ یہ کہ بنوزبید کا ایک شخص مکے میں کچھ مال بغرضِ تجارت لایا، جسے عاص بن وائل نے خرید لیا، اکثر روایتوں میں اس کا نام عاص بن وائل سہمی بیان کیا گیا ہے، جب کہ ''کتاب المنمق'' کی

ایک روایت میں ابنِ ابی ثابت کے حوالے سے اس کا نام حذیفہ بن قیس السہمی بتایا گیا ہے۔ (۱۲) لیکن اس نے اس کی قیمت ادا نہ کی، وہ دادرسی کی غرض سے مدعی بن کر قبائل قریش میں فریاد لے کر گیا۔ اس نے عاص بن وائل کے دوست قبائل عبدالدار، مخزوم، جمح، سہم، عدی بن کعب سے اس عمل کی شکایت کی۔ مگر عاص بن وائل کی وجاہت سے اس کی فریادرسی کی کسی کو ہمت نہ ہوتی تھی۔ ایک صبح جب قریش خانۂ کعبہ کے گرد جمع تھے تو اس تاجر نے چند شاکیانہ اور دردمندانہ اشعار پڑھ کر اپنی بے بسی ظاہر کی۔ چنانچہ طلوعِ آفتاب کے وقت جبکہ قریش حرم کعبہ میں حسب معمول اپنی مجلس جمائے بیٹھے تھے، وہ جبل ابی قبیس پر چڑھ گیا اور وہاں کھڑے ہوکر بلند آواز سے مندرجہ ذیل اشعار کے ذریعے فریاد کی:

یا آل فهر المظلوم بضاعته ببطن مكة نائی الدّار والنفر

اے فہر کی اولاد اس مظلوم کی فریاد سنو، جس کا مال ومتاع شہر مکہ میں ظلماً چھین لیا گیا ہے، وہ غریب الدیار (مسافر) ہے، اپنے وطن سے دور، اپنے مددگاروں سے دور۔

ومحرم اشعث لم يقض عمرته بالرّجال و بين الحِجر والحَجر

وہ ابھی احرام کی حالت میں ہے، اس کے بال بکھرے ہوئے ہیں، اس نے ابھی عمرہ بھی ادا نہیں کیا، اے مکے کے سردارو! میری فریاد سنو، مجھ پر حطیم اور حجر اسود کے درمیان ظلم کیا گیا ہے۔

انّ الحرام لمن تمّت كرامته ولا حرام لثوب الفاجر الغدر

عزت وحُرمت تو اس کی ہے جس کی شرافت کامل ہو۔ جو فاجر اور دھوکے باز ہو، اس کے لباس کی تو کوئی حرمت نہیں۔

حرم میں موجود تمام قریشی سرداروں نے اس مظلوم کی یہ فریاد سنی، تاہم سب سے پہلے جسے اس بے یار و مددگار مسافر کی فریاد پر لبیک کہنے کا حوصلہ ہوا، وہ رسول اللہ ﷺ کے حقیقی چچا حضرت زبیر بن عبدالمطلب تھے، آپ کو یہ سن کر یارائے ضبط نہ رہا۔ فوراً اُٹھ کھڑے ہوئے اور اعلان کیا، مالھٰذا مترک اب اس فریاد کو نظر انداز کردینا ہمارے بس کا روگ نہیں۔ (۱۳) اس کے بعد معاہدۂ حلف الفضول عمل میں آیا، (۱۴)

سیرت نگاروں اور مورخوں نے حلف الفضول کے دیگر کئی اور اسباب ومحرکات بھی بیان کیے ہیں۔ چنانچہ ابن قتیبہ (متوفی ۲۷۶ھ) (۱۵) ابن الجوزی (متوفی ۵۹۷ھ) (۱۶) اور دیار بکری (م ۹۶۶ھ) (۱۷) کے مطابق قبائل قریش حرم کے تقدس اور عظمت کو پامال کرتے ہوئے اس میں ایک دوسرے پر ظلم کرتے تھے۔ اس کے سدباب اور تدارک کے لیے یہ تاریخی معاہدہ وجود میں آیا۔ جبکہ علامہ شبلی

نعمانیؒ نے سرزمینِ مکہ کی بدامنی، طویل جنگوں، غارت گری، ظلم وسفا کی کو اس معاہدے کا محرک اور بنیادی سبب قرار دیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ ''لڑائیوں کے متواتر سلسلے نے سینکڑوں گھرانے برباد کردیے تھے، اور قتل و سفا کی موروثی اخلاق بن گئے تھے، یہ دیکھ کر بعض طبیعتوں میں اصلاح کی تحریک پیدا ہوئی، جنگ فجار سے لوگ واپس پھرے تو زبیر بن عبدالمطلب نے جو رسول اللہ ﷺ کے چچا اور خاندان کے سرکردہ تھے، یہ تجویز پیش کی، چنانچہ خاندانِ ہاشم، زہرہ اور تیم عبداللہ بن جدعان کے گھر جمع ہوئے اور معاہدہ طے پایا کہ ہم میں سے ہر شخص مظلوم کی حمایت کرے گا اور کوئی ظالم مکے میں نہ رہنے پائے گا''۔ (۱۸) جبکہ سیّد امیر علی نے ایک اور واقعے کو اس کا سبب قرار دیا ہے، جس میں قبیلہ بنی قیس کا مشہور شاعر حنظلہ اگرچہ ایک ذی مرتبہ قریش عبداللہ بن جدعان کی زیرِحمایت مکے آیا لیکن اس کے باوجود سربازار لٹ گیا۔ بے آئینی کے ایک اور واقعے نے ایسی نازک صورتحال اختیار کرلی کہ اس کا تدارک ضروری ہوگیا۔ (۱۹)

رومانیہ کے سابق وزیرخارجہ کونستانس جیورجیو نے سیرتِ طیبہ پر ایک کتاب لکھی، جس کا عربی ترجمہ ڈاکٹر محمد التونجی نے ''نظرۃ جدیدۃ فی سیرۃ رسول اللہ ﷺ'' کے عنوان سے کیا، اس میں مصنف مذکور نے ''حلف الفضول'' کے متعلق اپنی تحقیق کا اضافہ کیا ہے، اس سے اس حلف کو ایک منظم اور طاقتور بنانے میں سرکارِ دوعالم ﷺ کی مساعی جمیلہ پر روشنی پڑتی ہے۔ وہ حلف الفضول کے زیرِعنوان رقمطراز ہے:

> کان حلف الفضول عبارۃ عن کوکبۃ مولّفۃ من رھط من الفتیان المسلّحین ھدفھم ان لا یضع حق المظلوم. (۲۰)
>
> حلف الفضول عبارت ہے اس منظّم دستے سے جو مسلح نوجوانوں پر مشتمل تھا اور جن کا مقصد صرف یہ تھا کہ کسی مظلوم کا حق ضائع نہ ہو۔

کونستانس جیورجیو اس کا سبب اور وجہ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ ''ایک بدو جنوبی علاقے سے فریضۂ حج ادا کرنے کے لیے مکہ مکرمہ آیا، اس کے ہمراہ اس کی ایک خوبرو بیٹی بھی تھی، مکے کے ایک دولت مند تاجر نے اس بچی کو اغوا کرلیا، اس مسکین باپ کے لیے بجز اس کے کوئی چارۂ کار نہ تھا کہ وہ اپنے قبیلے کے پاس جائے، انہیں اپنی داستانِ غم سنائے اور ان سے مدد کی درخواست کرے، لیکن پھر اسے یاد آیا کہ اس کے قبیلے میں مردوں کی تعداد بہت کم ہے، وہ مکے کے دس قریشی قبیلوں کا مقابلہ نہیں کرسکتے، وہ اسی پریشانی میں سرگرداں تھا، جب حضرت محمد ﷺ کو اس واقعے کا علم ہوا تو آپ ﷺ نے قریش کے نوجوانوں کو اپنے پاس بلایا اور ان سے کہا کہ اس قریشی نے اس تاجر کے ساتھ جو نازیبا حرکت کی ہے، اس پر ہمیں خاموش نہیں رہنا

چاہیے۔ چنانچہ قریش کے چند نوجوان کعبۃ اللہ کے پاس جمع ہوئے اور سب نے بایں الفاظ حلف اٹھایا:

”نقسم ان نحمی المظلوم حتیٰ یستعید حقّه من الظالم و نقسم ان لایکون لناهدف معین من وراء هٰذا العمل ولا یهمّنا ان یکون المظلوم فقیراً او غنیاً“ (۲۱) ہم قسم اٹھاتے ہیں کہ مظلوم کی مدد کریں گے، یہاں تک کہ ظالم سے وہ اپنا حق واپس لے لے اور ہم قسم اٹھاتے ہیں کہ اس حلف سے اس کے بغیر ہمارا کوئی اور مقصد نہیں ہوگا، ہم اس کی پروا نہیں کریں گے کہ مظلوم غنی ہے یا فقیر۔“ جب انہوں نے قسم اٹھائی تو حضور اکرم ﷺ ان کے ہمراہ تھے، پھر انہوں نے حجر اسود کو زمزم کے پانی سے دھویا اور اس دھون کو پی لیا۔ مقصد یہ ظاہر کرنا تھا کہ وہ اپنی اس قسم پر پختہ رہیں گے۔ حلف برداری کے بعد سرکار دو عالم ﷺ اپنے نوجوان ساتھیوں کو ہمراہ لے کر اس ظالم تاجر کے گھر گئے اور اس کے مکان کا گھیراؤ کر لیا اور اس سے مطالبہ کیا کہ وہ اس بچی کو عزت و آبرو کے ساتھ واپس کر دے۔ آخر بادل نخواستہ اسے بچی کو واپس کرنا پڑا۔ (۲۲)

اسی مصنف نے ایک اور روایت بھی ذکر کی ہے کہ ایک پردیسی تاجر مکے آیا۔ ابو جہل نے اس سے کچھ سامان خریدا، لیکن اس کی قیمت ادا کرنے سے انکار کر دیا۔ وہ فریاد کناں اپنے قبیلے کے پاس آیا، انہیں برانگیختہ کیا کہ وہ اس کی مدد کریں، لیکن ایک محدود افراد پر مشتمل قبیلہ، قریش کے دس قبائل سے کیوں کر ٹکر لے سکتا تھا، انہوں نے معذرت کر دی تو وہ تاجر پھر مکے لوٹ آیا، حضور اکرم ﷺ کو ابو جہل کی اس حرکت کا علم ہوا تو حضور اکرم ﷺ بنفس نفیس ابو جہل کے گھر تشریف لے گئے اور اس سے مطالبہ کیا کہ وہ اس سامان کی قیمت تاجر کو ادا کرے، چنانچہ بادل نخواستہ اسے قیمت ادا کرنی پڑی۔ (۲۳)

چنانچہ انسانیت کے محسن اعظم حضرت محمد ﷺ کے چچا اور آپ ﷺ کی تحریک اور کوششوں کے نتیجے میں بنو ہاشم، بنو عبدالمطلب اور خاندان زہرہ و تیم نے متحد ہو کر معاہدہ کیا کہ چاہے مکے کے باشندے ہوں یا اجنبی، آزاد ہوں یا غلام، انہیں مکے کی حدود کے اندر ہر طرح کے ظلم اور ناانصافی سے محفوظ رکھا جائے گا اور ظالموں کے ہاتھوں ان کے نقصانات کی پوری پوری تلافی کرائی جائے گی۔

معاہدۂ حلف الفضول کے ہمہ گیر اثرات:

آنحضرت ﷺ اس انجمن کے اہم رکن تھے۔ اس کی بدولت کمزوروں اور مظلوموں کو بڑی حد تک امن و امان نصیب ہو گیا۔ اپنے قیام کے پہلے ہی سال میں اسے اتنا رعب و داب نصیب ہو گیا کہ اس کی طرف سے کسی معاملہ میں مداخلت کا اشارہ ہی زبردستوں کی بے آئینی روکنے اور زیردستوں کے نقصانات کی تلافی کرانے کے لیے کافی ہوتا تھا۔

ابن حبیب بغدادی کے مطابق اس تاریخی معاہدے کے طے پا جانے کے بعد یہ عالم تھا کہ مکے میں اگر کسی شخص پر کوئی ظلم و زیادتی کا ارتکاب کرتا، تو لوگ فوراً اس کی مدد و حمایت کے لیے کھڑے ہو جاتے تھے۔ (۲۴) یہ انجمن تاریخ اسلام کی پہلی نصف صدی کے اختتام تک پوری قوت سے قائم رہی۔ (۲۵) ڈاکٹر محمد حمید اللہ مرحوم لکھتے ہیں:

> مکے والوں کو اس پر بجا طور سے فخر ہوسکتا ہے کہ جس زمانے میں باقی عرب بلکہ باقی دنیا میں لاٹھی راج کا دور دورہ تھا۔ اس وقت انہوں نے رضا کارانہ امدادِ مظلومین کے لیے اپنی جتھا بندی کی اور تاریخ بتاتی ہے کہ انہوں نے رات کی بات دن ہوتے ہوتے بھلا نہ دی بلکہ ہمیشہ اس کی لاج رکھی۔ زمانۂ جاہلیت میں اس کی دہائی سے ابوجہل وغیرہ بڑے بڑے سرغنہ تھراتے تھے۔ خود آنحضرت ﷺ بھی زمانۂ قبل از اسلام ہجرت سے قبل اس میں موثر طور پر عملی حصہ لیتے رہے۔ (۲۶)

معاہدے کے محرک حضرت زبیر بن عبدالمطلب تھے، جب کہ محسنِ انسانیت ﷺ اس کے اہم رکن اور داعی کی حیثیت رکھتے تھے۔ ان کی کوششوں کے نتیجے میں بنو ہاشم، بنوعبدالمطلب، بنو اسد بن عبدالعزیٰ، بنوزہرہ بن کلاب اور بنوتیم بن مرہ، عبداللہ بن جدعان جو اپنی قوم کے سردار تھے، کے گھر جمع ہوئے اور معاہدہ حلف الفضول طے پایا۔ (۲۷) ابن ہشام کے بقول یہ لوگ عبداللہ بن جدعان کے گھر میں جمع ہوئے، اس کے بااثر اور معمر ہونے کی بناء پر اور انہی کی موجودگی میں انہوں نے حلف لیا۔ ڈاکٹر محمد حمید اللہ لکھتے ہیں کہ اس معاہدہ حلف الفضول میں ایک رضا کار جماعت شریک ہوئی، جس کا مقصد حدود شہر میں ہر مظلوم کی خواہ وہ شہری ہو یا کہ اجنبی۔ مدد کرنا اور اس وقت تک چین سے نہ بیٹھنا تھا جب تک ظالم حق رسانی نہ کرے۔ (۲۹) جب کہ کتاب الاغانی کی روایت کے مطابق معاہدۂ حلف الفضول کے شرکا نے یہ عہد بھی کیا تھا کہ وہ معروف کا حکم دیں گے اور منکر سے روکیں گے۔ (۳۰)

معاہدۂ حلف الفضول کی تاریخی عظمت و اہمیت:

محسنِ انسانیت ﷺ نے اس تاریخ ساز معاہدۂ عدل و انصاف میں بھرپور اور فعال کردار ادا کیا۔ رسالت مآب ﷺ کی نگاہِ قدر شناس میں اس معاہدے کی اہمیت اور قدر و منزلت کا اندازہ اس سے

لگایا جا سکتا ہے کہ عہدِ نبوی ﷺ میں ایک موقع پر آپ ﷺ نے فرمایا:

اس معاہدے کے مقابلے میں اگر مجھے سرخ اونٹ بھی دیئے جاتے تو میں نہ لیتا اور آج بھی اس معاہدے کے لیے کوئی بلائے تو میں شرکت کے لیے تیار ہوں (۳۱)

مورخین اور سیرت نگاروں نے حلف الفضول کی تاریخی اہمیت وعظمت کو تسلیم کرتے ہوئے اس پر روشنی ڈالی ہے۔ ڈاکٹر محمد رضی الاسلام ندوی نے اپنے تحقیقی مقالے ''حلف الفضول۔ عصری معنویت'' میں اس کا جائزہ لیا ہے۔ محمد بن حبیب البغدادی کتاب المنمق فی اخبار قریش میں رقمطراز ہیں:

كان حلفاً لم يسمع النّاس بحلف قطّ كان اكرم منه ولا افضل منه(۳۲)

یہ ایک ایسا معاہدہ تھا کہ اس سے زیادہ باعزت اور افضل معاہدے کا تذکرہ لوگوں نے کبھی نہیں سنا۔

سہیلیؒ اور ابنِ کثیرؒ نے اس معاہدے کی اہمیت وعظمت کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے:

وكان حلف الفضول اكرم حلف سمع به واشرفه في العرب (۳۳)

ڈاکٹر محمد رضی الاسلام ندوی لکھتے ہیں کہ جو قبائل اس معاہدے میں شریک نہیں ہو سکے تھے، ان کے سربرآوردہ لوگ اس کو رشک کی نگاہ سے دیکھتے تھے، اور اس میں عدمِ شرکت کو اپنی محرومی تصور کرتے تھے۔ عتبہ بن ربیعہ نے جو عہدِ جاہلیت میں مکے کے سرداروں میں سے تھا اور قبیلہ بنو عبد شمس سے تعلق رکھتا تھا، ایک موقع پر حلف الفضول کا ذکر کرتے ہوئے کہا تھا کہ یہ بہت اچھا معاہدہ تھا، بخدا اگر میں اپنی قوم سے علیحدہ ہو کر کسی معاہدے میں شریک ہو سکتا، تو حلف الفضول میں ضرور شرکت کرتا۔ (۳۴)

انسانی تاریخ کے بنیادی انسانی حقوق کے تحفظ اور مظلوموں کی دادرسی کے لیے منعقدہ اس تاریخ ساز غیر تحریری معاہدے کے دیگر ممبران وشرکاء نے قیامِ امن، انسانی حقوق کے تحفظ اور پُرامن بقائے باہم کے اصولوں کو مدّنظر رکھتے ہوئے مندرجہ ذیل امور کی انجام دہی کو لازمی قرار دیا، اس کے تحفظ اور اپنی ذمہ داریوں کے تعین نیز اس کے نفاذ کے لیے ہر ممکن اقدامات کا اعلان کیا۔ چنانچہ ابنِ ہشام اور ابنِ اثیر نے معاہدے کے یہ الفاظ نقل کیے ہیں:

تحالفوا وتعاقدوا ان لا يجدوا بمكة مظلوماً من اهلها اومن غيرهم من سائر النّاس الّا قاموا معه وكانوا علىٰ من ظلمه حتىٰ تردّ عليه فظلمته (۳۵)

۵

انہوں نے حلف اٹھایا اور یہ عہد کیا کہ شہر مکہ میں کسی پر بھی ظلم ہو، خواہ وہ مکے کا باشندہ ہو یا اجنبی، وہ سب (شرکائے معاہدہ) مظلوم کی حمایت و مدافعت میں ظالم کے خلاف اٹھ کھڑے ہوں گے، تا آنکہ مظلوم کو اس کا حق واپس مل جائے۔ معاہدے کی اہم دفعات درج ذیل تھیں:

۱۔ مکے سے بدامنی دور کی جائے گی۔

۲۔ مسافروں کے تحفظ کو یقینی بنایا جائے گا۔

۳۔ مظلوموں کی امداد کی جائے گی، خواہ وہ مکے کے باشندے ہوں یا اجنبی۔

۴۔ زبردست کو زیردست پر ظلم وزیادتی سے روکا جائے گا۔ (۳۶)

حلف الفضول کے شرکاء نے جو حلف لیا وہ یہ تھا:

باللّٰہ لنکوننّ یداً واحدۃ مع المظلوم علی الظّالم حتیٰ یوذی الیه حق، مابلّ بحر صوفةً ومارسی حراء وثبیر مکا نهما وعلیٰ التأسی فی المعاش (۳۷)

خدا کی قسم ہم سب مل کر ایک ہاتھ بن جائیں گے اور وہ مظلوم کے ساتھ رہ کر اس وقت تک ظالم کے خلاف اٹھا ہوا رہے گا تا آنکہ وہ (ظالم) اس (مظلوم) کو حق ادا نہ کردے۔ اور یہ اس وقت تک جب تک کہ سمندر گھونگوں کو بھگوتا رہے اور حراء و ثبیر کے پہاڑ اپنی جگہ قائم ہیں، اور ہماری معیشت میں مساوات رہے گی، (۳۸)

اس کا آخری فقرہ بھی غور طلب ہے۔ مورخین ساکت ہیں کہ اس کا منشا کیا تھا، بہر حال یہ تو یقینی ہے کہ مدد کو جانے والے جب اپنی جان سے حاضر تھے تو اپنے مال کی کیا پروا کرتے۔ (۳۹) زبیر بن عبدالمطلب نے جو رسالت مآب ﷺ کے چچا ہیں، اپنے بعض اشعار میں اس معاہدے کا ذکر اس طرح کیا ہے:

انّ الفضول تحالفوا وتعاقدوا انّ لا یقیم ببطن مکة ظالم

فضول (فضل بن وداعہ، فضل بن فضالہ اور فضیل بن حارث) نے سب سے اس امر پر عہد اور حلف لیا کہ مکے میں کوئی ظالم نہ رہ سکے گا۔

امر علیه تعاهدوا وتواثقوا فالجار والمعتر فیهم سالم

اس پر سب نے پختہ عہد کیا کہ مکہ میں پڑوسی اور آنے والا سب مامون اور محفوظ ہوں۔(۴۰)

ڈاکٹر نصیر احمد ناصر لکھتے ہیں کہ اس معاہدے میں آپ کی شرکت اس دور کی زندگی کا ایک اہم ترین واقعہ ہے، اس معاہدے کی اہمیت اس سے بہت زیادہ ہے جو آپ ﷺ کے سیرت نگار اور مورخ اسے دیتے ہیں، پیغمبر اعظم و آخر ﷺ اسے بجا طور سے غیر معمولی اہم سمجھتے تھے، اس کی تحریک و تجویز بلاشبہ آپ کے چچا زبیر بن عبدالمطلب کی تھی، لیکن یہ آپ ﷺ کے دلِ درد آشنا کی آواز تھی۔ آپ خدمتِ خلق کو مقصدِ زندگی سمجھتے تھے، اس اعتبار سے معاہدۂ حلف الفضول میں آپ کی شرکت آپ ﷺ کی قومی زندگی کا اوّلین سنگِ میل ہے۔(۴۱)

علامہ قاضی سلیمان منصور پوریؒ اس معاہدے کی تاریخی اہمیت و عظمت پر تبصرہ کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ انگلستان میں نائٹ ھڈ کا آرڈر جس کے ممبران قریباً یہی اقرار کیا کرتے تھے، اس معاہدے کے کئی صدیوں بعد قائم ہوا تھا۔(۴۲)

انسانیت کے محسنِ اعظم، سیدِ عرب وعجم، حضرت محمد ﷺ کو اس حیثیت سے انسانی حقوق کے تحفظ، مظلوموں کی دادرسی اور اس معاہدے کے عملی نفاذ کے سلسلے کا اہم محرک قرار دیا جاسکتا ہے۔ اور یہیں سے انسانیت کے محسنِ اعظم ﷺ کی تحریکِ انسانی حقوق کی تاریخ کا آغاز ہوتا ہے۔

حواشی وحوالہ جات

۱۔ شبلی نعمانی/ سیرت النبی ﷺ، لاہور، مکتبہ مدنیہ، ۱۴۰۸ھ/۲/ ۸

۲۔ حالی، مولانا الطاف حسین/ مسدس حالی، کراچی، فضلی سنز، ۱۹۹۹ء، ص ۵۸، ۵۹

۳۔ ولی الدین الخطیب/ مشکوۃ المصابیح، کراچی، ایچ ایم سعید کمپنی، ص ۴۲۵

۴۔ بخاری/ الجامع الصحیح، کراچی، اصح المطابع، ۱/۳ باب بدأ الوحی

۵۔ احمد بن حنبل/ المسند، مصر، دارالمعارف، ۱۹۳۶ء، ۶۲/۸

۶۔ نصیر احمد ناصر، ڈاکٹر/ پیغمبرِ اعظم وآخر ﷺ، کراچی، فیروز سنز، ص ۱۹۵۔۱۹۶

۷۔ ابنِ ہشام/ السیرۃ النبویہ، مصر، ۱/ ۴۱۶، ۴۱۷، الصالحی الشامی/ سُبل الھدیٰ والرشاد، مصر، ۲/ ۵۵۱۔۵۵۲، محمد سعد اللہ، حافظ/ وہ اپنے پرائے کا غم کھانے والے، لاہور، اقبال پبلشنگ کمپنی ۱۹۹۹ء، ص ۲۷۷، ۲۷۸

۸۔ برہان الدین الحلبی/ السیرۃ الحلبیہ/ ج ا، ص ۵۰۶، نیز حافظ سعد اللہ/ وہ اپنے پرائے کا غم کھانے والے، ص ۲۷۹

۹۔ محمد سعد اللہ، حافظ/ وہ اپنے پرائے کا غم کھانے والے، ص ۲۸۱

۱۰۔ ''حلف الفضول'' حلف، یہ لفظ ''ح'' کے زیر اور زبر دونوں طرح استعمال ہوتا ہے اور حلف کے معنی قسم کے

علاوہ معاملے کے بھی ہیں۔ (اردو دائرہ معارف اسلامیہ، دانشگاہ پنجاب، لاہور ۱۹۷۳ء، ۵۱۲/۸)
ابنِ حبیب البغدادی اس معاہدے کی وجہ تسمیہ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:
''سمّی حلف الفضول لأنّھم تحالفوا ان لایترکوا عند احد فضلاً یظلمه احدالّا اخذوه منه'' (ابنِ حبیب بغدادی/کتاب المنمق فی اخبار قریش، حیدرآباد دکن، دائرۃ المعارف العثمانیہ، ۱۹۶۴ء/ص ۲۴۱)۔ ''حلف الفضول کے عنوان سے یہ معاہدہ اس لیے موسوم ہوا کہ انہوں نے (معاہدے کے شرکاء) یہ عہد کیا تھا کہ اگر کوئی شخص ظلم وزیادتی کا ارتکاب کر کے کسی کا حق چھینے گا تو وہ اس سے چھین کر صاحبِ حق کو واپس دلایا جائے گا۔
جبکہ ابنِ منظور الافریقی لسان العرب میں لکھتے ہیں: ''سمّی به تشبیھاً بحلف کان قدیماً بمکة ایّام جرھم علیٰ التناصف والأخذ للضّعیف من القویّ، والغریب من القاطن، وسمّی حلف الفضول لانّه قام به رجال من جرھم کلّھم یسمّی الفضل بن الحارث والفضل بن وداعة، والفضل بن فضالة''. (لسان العرب، بیروت، دارصادر ۱۱/ ۵۲۷) اسے حلف الفضول کے نام سے اس لیے موسم کیا گیا ہے کہ اس کام کے لیے ایک معاہدہ قدیم زمانے میں قبیلہ جرہم کے دور میں عدل و انصاف کے قیام کے لیے مکے میں ہوا تھا، تاکہ کمزور کو طاقت ور سے اور اجنبی کو مقامی فرد سے اس کا حق دلایا جائے اور اس معاہدے کا نام ''حلف الفضول'' اس لیے رکھا گیا کہ اسے قائم کرنے والے جرہم قوم کے تمام شرکائے معاہدہ کے نام فضل تھے، وہ فضل بن حارث، فضل بن وداعہ اور فضل بن فضالہ تھے۔
علامہ فیروز آبادی معاہدہ حلف الفضول کی وجہ تسمیہ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں: وقد سمّت قریش ھٰذا الحلف حلف الفضول لانّھم تحالفوا علیٰ ان لّایترکوا عند احد فضلاً یظلمه احداً (الاّ یترکون بقیة حق لمظلوم عند ظالمه) الّا اخذوه له منه. (الفیروزآبادی/القاموس المحیط، المطبعۃ الحسینیہ، مصر، ۱۹۱۳ء، ۴/۳۱) قریش نے اس حلف کو حلف الفضول کے نام سے اس لیے موسوم کیا کہ انہوں نے یہ حلف اٹھایا تھا کہ وہ کسی کے پاس کسی کا حق نہیں چھوڑیں گے کہ وہ کسی پر ظلم کر سکے۔ (یعنی کسی مظلوم کا حق ظالم کے پاس نہیں چھوڑیں گے۔) لیکن اسے ہر حال میں واگزار کرائیں گے۔
مولانا ابوالکلام آزاد حلف الفضول کی وجہ تسمیہ ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں: حلف الفضول کے بارے میں ایک توجیہ یہ کی گئی ہے کہ عربی میں ''حق'' کو ''فضل'' بھی کہتے ہیں، جس کی جمع ''فضول'' ہے۔ اس لیے یہ معاہدہ حلف الفضول کے نام سے مشہور ہوا، یعنی معاہدۂ حقوق یا معاہدۂ حفظِ حقوق۔ (ابوالکلام آزاد/رسول رحمت ﷺ، شیخ غلام علی اینڈ سنز لاہور، ص ۷۰)

۱۱۔ محمد حمید اللہ/رسول اکرم ﷺ کی سیاسی زندگی، کراچی، دارالاشاعت، ص ۵۸

۱۲۔ اردو دائرہ معارف اسلامیہ ۵۱۳/۸

۱۳۔ الازہری/پیر محمد کرم شاہ/ضیاء النبی ﷺ، لاہور، ضیاء القرآن پبلی کیشنز، ۱۴۱۵ھ، ۱۲۱/۲

۱۴۔ عمر فروخ/تاریخ الجاهلیة، بیروت، دارالعلم، ۱۹۲۴ھ، ص ۱۳۲

۱۵۔ ابن قتیبہ/ المعارف، قاہرہ، دارالکتب، ۱۹۶۰ء، ص ۶۰۴
۱۶۔ ابن الجوزی/ الوفا باحوال المصطفیٰ ﷺ، مصر، دارالکتب الحدیثۃ، ۱۹۶۶ء، ۱/ ۱۳۵
۱۷۔ حسین بن محمد بن الحسن الدیار بکری/ تاریخ الخمیس، المطبعۃ العامرۃ ۱/ ۲۹۵
۱۸۔ شبلی نعمانی/ سیرت النبی ﷺ/ ج ۱، ص ۱۱۵
۱۹۔ سیّد امیر علی/ روحِ اسلام، لاہور، ادارہ ثقافتِ اسلامیہ، ص ۸۷
۲۰۔ کونستانس جیورجیو/ نظرۃ جدیدۃ فی سیرۃ رسول اللہ ﷺ، بیروت، دارالعربیہ، ۱۹۸۳ء، ص ۳۹
۲۱۔ نظرۃ جدیدۃ، ص ۴۰، نیز دیکھئے: الازہری، پیر محمد کرم شاہ/ ضیاء النبی ﷺ ۲/ ۱۲۴
۲۲۔ ایضاً، ص ۴۰، و ۲/ ۱۲۴
۲۳۔ ایضاً ص ۴۱ و ۲/ ۱۲۵
۲۴۔ ابنِ حبیب بغدادی/ ص ۳۴۲، نیز دیکھئے سہ ماہی تحقیقات اسلامی، علی گڑھ، ص ۳۷ ڈاکٹر محمد رضی الاسلام ندوی/ حلف الفضول، عصری معنویت
۲۵۔ سیّد امیر علی/ روح اسلام، ص ۸۷۔۸۸
۲۶۔ محمد حمید اللہ/ رسول اکرم ﷺ کی سیاسی زندگی، ص ۵۹
۲۷۔ ابنِ سعد/ الطبقات، بیروت، دارصادر، ۱/ ۱۲۸۔۱۲۹، نیز عمر فروخ/ تاریخ الجاھلیۃ ۱۳۲
۲۸۔ ایضاً/ ج ۱، ۱۴۵
۲۹۔ حمید اللہ/ عہدِ نبوی ﷺ میں نظامِ حکمرانی، کراچی، اردو اکیڈمی سندھ، ص ۱۴۴
۳۰۔ ابوالفرج اصفہانی/ کتاب الاغانی، بیروت، دارالثقافۃ، ۱۹۵۹ء، ۱۷/ ۲۱۳
۳۱۔ ابن الاثیر الجزری/ الکامل فی التاریخ، بیروت، دارصادر، ۲/ ۱۴۱
۳۲۔ ابنِ حبیب البغدادی/ کتاب المنمق، حیدر آباد دکن، دائرہ المعارف العثمانیہ، ص ۴۵
۳۳۔ عبدالرحمٰن السہیلی/ الروض الانف ۲/ ۷، ابنِ کثیر/ البدایۃ والنھایۃ، مصر، دارالریان، ۱۴۰۸ھ، ۲/ ۲۷۰
۳۴۔ ابنِ حبیب البغدادی/ کتاب المنمق، ص ۳۴۴
۳۵۔ ابنِ ہشام/ السیرۃ النبویہ ﷺ ۱/ ۱۴۵، ابنِ اثیر/ الکامل، بیروت دارالکتاب، العربی ۱۴۰۶ھ، ۲/ ۲۶
۳۶۔ ابنِ سعد/ الطبقات الکبریٰ ۱/ ۱۲۸
۳۷۔ سہیلی روض الانف، القاہرۃ، مکتبۃ الکلیات الازھریۃ، ۱/ ۱۵۷
۳۸۔ محمد حمید اللہ/ رسولِ اکرم ﷺ کی سیاسی زندگی، ص ۵۹۔۶۰
۳۹۔ ایضاً۔ص ۲۶۰
۴۰۔ سہیلی/ روض الانف ۱/ ۱۵۷
۴۱۔ نصیر احمد ناصر، ڈاکٹر/ پیغمبر اعظم وآخر ﷺ، کراچی، فیروز سنز، ص ۱۹۴، ۱۹۵
۴۲۔ قاضی سلیمان منصور پوری/ رحمۃ للعالمین ﷺ، کراچی، دارالاشاعت، ۱/ ۴۷